ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ کی کتاب محاضرات قرآنی: تعارف وخصائص

* ڈاکٹر عبدالحمید خان عباسی

ڈاکٹر محمود احمد غازی کو اللہ جلّ شانہٗ نے گوناگوں صفات اور صلاحیتوں سے نوازا تھا.................. آپ نے اپنی ساری زندگی قلم وقرطاس کی معیت میں گزاری.................. علومِ اسلامیہ سے متعلق امہاتِ الکتب اور معاصر لٹریچر کا مطالعہ آپ کا بہترین مشغلہ تھا۔ اسی مشغلہ میں آپ نے اپنی شب روز کا سفر جاری رکھا۔ یہاں تک کہ عالمِ دُنیا سے رخصت ہوئے۔

ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے قرآنِ مجید کے حفظ سے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا اور قرآن کے ساتھ مسلسل اپنے آپ کو وابستہ رکھا۔ قرآن مجید کی اہم تفاسیر کا مطالعہ آپ کے معمولات میں شامل تھا.......... علوم القرآن کے مصادر و مآخذ کے محتویات اور اہم جوانب آپ کو ازبر تھے.................. اس موضوع پر جب آپ گفتگو کرتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ متقدمین، متاخرین اور معاصرین کے ذخائر آپ کے سامنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ اُن سے حسب موقع اقتباس لے کر پیش کر رہے ہیں۔ ''محاضراتِ قرآنی'' دراصل ان بارہ خطبات کا مجموعہ ہے جو ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ نے اپریل ۲۰۰۳ء میں اُن خواتین اساتذہ کے حلقہ میں پیش کیے جن کا تعلق تدریس قرآن سے ہے۔

ان محاضرات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت قاری پر عیاں ہو جاتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم نے قرآنی علوم پر لکھے جانے والے علمی ذخیرہ کا بغور مطالعہ کیا ہے اور ایک خاص تسلسل کے ساتھ کیا ہے۔ قرآنِ مجید کے علوم اور مضامین پر اُردو زبان میں لکھی جانے والی کتب کی صف میں ڈاکٹر صاحب کے محاضرات پر مشتمل کتاب ''محاضراتِ قرآنی'' سہل اور سلیس انداز میں ایک عمدہ اضافہ ہے۔

اس بیان کا اندازہ ''محاضراتِ قرآنی'' کے درج ذیل محتویات سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔

- خطبہ اول: تدریس قرآن مجید ایک منہاجی جائزہ
- خطبہ دوم: قرآن مجید ایک عمومی تعارف
- خطبہ سوم: تاریخ نزول قرآن مجید

---

* ایسوی ایٹ پروفیسر/ چیئرمین شعبہ قرآن وتفسیر، کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

- خطبہ چہارم: جمع وتدوین قرآن مجید
- خطبہ پنجم: علم تفسیر ایک تعارف
- خطبہ ششم: تاریخ اسلام کے چند عظیم مفسرین قرآن
- خطبہ ہفتم: مفسرین قرآن کے تفسیری مناہج
- خطبہ ہشتم: اعجاز القرآن
- خطبہ نہم: علوم القرآن ایک جائزہ
- خطبہ دہم: نظم قرآن اور اسلوب قرآن
- خطبہ یازدہم: قرآن مجید کا موضوع اور اس کے اہم مضامین
- خطبہ دوازدہم: تدریس قرآن مجید دور جدید کی ضرورت اور تقاضے

سبب خطبات

مذکورہ بالا دس خطبات کے سبب اور ان کی ضرورت کے متعلق ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ:

''قرآن کریم، تاریخ وتدوین قرآن کریم اور علوم القرآن کے چند پہلوؤں پر یہ خطبات اپریل ۲۰۰۳ء میں خواتین مدرسات قرآن کے روبرو دیئے گئے۔ ان خطبات کی ضرورت کا احساس سب سے پہلے میری بہن محترمہ عذرا نسیم فاروقی کو ہوا، جو اگرچہ عمر میں مجھ سے کم لیکن دینی حمیت، اخلاص اور للّٰہیت میں مجھ سے بہت آگے اور میرے جیسے بہت سوں کے لیے قابل رشک ہیں۔ وہ خود ایک عرصہ سے درس قرآن کا اہتمام کر رہی ہیں۔ . . ''(۱)۔

اسلوب خطبات

خطبات کے اسلوب کے متعلق ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

''ان خطبات کی زبان تحریری نہیں تقریری ہے۔ انداز بیان عالمانہ اور محققانہ نہیں داعیانہ اور خطیبانہ ہے۔ چونکہ خطبات کا کوئی متن پہلے سے تیار شدہ نہ تھا اس لیے انداز بیان میں خطیبانہ رنگ کہیں کہیں بہت نمایاں ہو گیا ہے۔ نظر ثانی کے دوران میں اس انداز کو بدلنا طویل وقت کا متقاضی تھا۔ اس لیے اس کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔''(۲)

خواہ وہ عورت ہو یا مرد، اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں تدریس قرآن کے عمل کو بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔اس اصول کو ڈاکٹر غازیؒ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''جب ہم تدریس قرآن مجید کا ایک منہاجی جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں دیکھنا چاہئے کہ قرآن مجید کی تدریس کے آج کل کون کون سے طریقے رائج ہیں، ان طریقوں میں کیا کیا مقاصد کارفرما ہیں اور ہمارے پیش نظر جو مقاصد ہیں ان کو حاصل کرنے لیے تدریس قرآن کے اس عمل کو زیادہ سے زیادہ بہتر کیسے بنایا جائے۔

منہاج سے مراد وہ طریقہ کار ہے جو کسی ذمہ داری کو انجام دینے کے لیے یا کسی بڑے عمل کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے اختیار کیا جاتا ہے۔قرآن مجید نے شریعت کے ساتھ ساتھ منہاج کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔منہاج سے مراد یہ ہے کہ شریعت کے کسی حکم پر عملدرآمد کرنے کے لیے جو طریق کار اور اسلوب اختیار کیا جائے وہ کیا ہو، اس کے تقاضے کیا ہوں اور اس کی تفصیلات کو کیسے مرتب اور مدون کیا جائے (۴)۔

۳۔ اس کتاب میں قرآن مجید کا مطالعہ کرنے کے اغراض و مقاصد کے تعین کی طرف خصوصی توجہ مبذول کرائی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ مسلم اور غیر مسلم کو قرآن مجید کا مطالعہ کیوں کیسے اور کس لیے کرنا چاہئے !(۵)۔

غیر مسلموں کے لئے مطالعہ قرآن کی اہمیت کے حوالے سے ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ایک انصاف پسند غیر مسلم اگر قرآن مجید پر نظر ڈالے گا اور قرآن مجید کی تاریخ اور انسانیت پر اس کتاب کے اثرات کا مطالعہ کرے گا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کتاب کا مطالعہ اس کے لیے بھی شاید اتنا ہی ضروری ہے جتنا ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے۔اس کتاب کی ایک بڑی اور بنیادی وجہ یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس نے انسانیت کی تاریخ پر اتنا گہرا اثر ڈالا ہو جتنا قرآن مجید نے ڈالا ہے(۶)۔

۴۔ اس کتاب میں ماضی اور حال میں لوگوں میں پائی جانے والی ایک بہت بڑی اور خطرناک غلط فہمی کی نشاندہی کر کے اس سے مکمل طور پر اجتناب کرنے کی نصیحت کی گئی ہے چنانچہ صاحب کتاب فرماتے ہیں:

''نزول قرآن سے پہلے دنیا میں ایک بہت بڑی غلط فہمی پائی جاتی تھی (جو کسی حد تک اب بھی پائی جاتی ہے) کہ ہر وہ چیز جو انسانوں کو کسی قسم کا نفع یا نقصان پہنچا سکتی ہے وہ اپنے اندر خاص قسم کے مافوق الفطرت اثرات اور قوتیں رکھتی ہے۔یہ غلط فہمی انسانوں میں بہت پہلے کم علمی اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوگئی،اور وہ یہ سمجھنے لگا کہ ہر وہ قوت جو اس کی نظر میں مافوق الفطرت حیثیت رکھتی ہے وہ اس بات کی مستحق ہے کہ نہ صرف اس کا احترام کیا جائے بلکہ اس کی تقدیس

''مسلمان کو قرآن مجید کا مطالعہ اس لیے کرنا چاہئے کہ قرآن مجید ہی مسلمانوں کی زندگی کی اساس ہے، جس عالمی برادری کو ہم امت مسلمہ کہتے ہیں (جس کے لیے کبھی کبھی ملت اسلامیہ کی اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔اس کی اساس صرف قرآن مجید ہے، قرآن مجید کے علاوہ امت مسلمہ کی اور کوئی اساس نہیں ہے۔قرآن مجید ہمارے پاس دو شکلوں میں آیا ہے:

۱۔ قرآن ناطق، یعنی بولتا قرآن

۲۔ قرآن صامت، یعنی خاموش قرآن

قرآن صامت (یعنی خاموش قرآن) جو یہ کتاب ہے جو خود تو نہیں بولتی لیکن ہم اسے پڑھتے ہیں اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہوتے ہیں۔قرآن ناطق یعنی بولتا قرآن وہ ذات گرامی ہے، علیہ الصلاۃ والتحیہ، جس نے قرآن مجید کو دنیا تک پہنچایا، اس کی تفسیر و تشریح کی اور اس قرآن پر عمل کر کے دکھایا۔ . .(۱۱)۔

۸۔ کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کی تدریس میں مخاطبین کی ذہنی و علمی استعداد کا لحاظ رکھنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''درس قرآن کے اسلوب اور منہاج پر بات کرتے ہوئے ہمیں یہ ضرور خیال رکھنا اور دیکھنا چاہئے کہ ہمارے اس درس کے مخاطبین کون ہیں۔مخاطبین کا لحاظ رکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مخاطبین کی بہت سی علمی اور فکری سطحیں ہوتی ہیں، بہت سے پس منظر ہوتے ہیں اور ان سب کے تقاضے الگ الگ ہوتے ہیں۔بعض اوقات درس قرآن کا مخاطب ایک عام تعلیم یافتہ شہری ہوتا ہے، اس کے تقاضے اور ضروریات اور ہوتے ہیں۔۔اس لئے پہلے یہ تعین کر لینا چاہئے کہ ہمارا ہدف کیا ہے اور ہم کس طبقہ کو خطاب کرنا چاہتے ہیں، جس طبقہ اور جس معیار کے لوگوں سے بات کرنی ہو اس طبقہ کے فکری پس منظر، اس کے ذہن میں پیدا ہونے والے شبہات، اس طبقہ میں اٹھائے جانے والے سوالات، ان شبہات و سوالات کا منشا پہلے سے ہمارے سامنے ہونا چاہیے''(۱۲)۔

۹۔ کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے حوالے سے نزول قرآن کے درج ذیل تین مقاصد کو بیان کر کے آسان الفاظ میں ان کی توضیح کی گئی ہے:

الف۔ تہذیب نفوس البشر کے انسانوں کے نفوس کی اندر سے تہذیب ہو۔

۲۔ ''اگر کسی نے مغربی افکار اور نظریات کا گہرا مطالعہ کیا تو آپ اسے عبدالماجد دریابادی کی تفسیر پڑھنے کا مشورہ دیں جو ایک جلد میں ہے۔لیکن بڑی غیر معمولی اور عمدہ تفسیر ہے'' (۱۷)۔

۳۔ اگر کوئی شخص تقابل ادیان میں دلچسپی رکھتا ہے تو ایک تفسیر حقانی ہے،، انیسویں صدی کے اوآخر میں ایک بزرگ تھے مولانا عبدالحق حقانی، یہ ان کی تفسیر ہے،، (۱۸)۔

۴۔ اگر کوئی انگریزی ادب کا دلدادہ ہے اور مغرب کی نفسیات کا طالب علم ہے تو پھر آپ اسے عبداللہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ اور تفسیر دیں (۱۹)۔

پھر فرماتے ہیں:

کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلے آدمی کا ذوق اور مزاج دیکھ لیں اور اس کے مطابق اسے پڑھنے کے لئے کتابیں دیں۔اگر اس کے دل میں ہدایت کا بیج ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے تو یقیناً اسے ہدایت حاصل ہوگی (۲۰)

ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ کی اس کتاب میں دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والوں کے لئے یہ اصول بیان کیا گیا ہے کہ کسی کے فتنہ میں مبتلا ہو جانے کے اسباب ومحرکات کو معلوم کیا جائے اور دیکھا جائے کہ وہ شخص کیسے اس فتنہ میں مبتلا ہوا ہے پھر اسباب کی روشنی میں اس کا فتنہ میں مبتلا ہو جانے کا کوئی ممکنہ علاج تجویز کیا جائے، چنانچہ آپ دہریت کے فتنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص دہریت کے فتنے میں گرفتار ہے تو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اس فتنہ میں کیوں مبتلا ہوا، اور وہ کون سے اسباب ومحرکات تھے جو اس فتنہ کا ذریعہ بنے۔سبب معلوم کرنے کے بعد علاج آسان ہو جاتا ہے......،، (۲۱)۔

۱۲۔ محاضرات قرآنی میں قرآن مجید کی عمومیت، شمولیت، اکملیت اور آفاقیت کو نہایت عمدہ اور سہل انداز میں ثابت کیا گیا ہے۔اس حقیقت پر ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ کا یہ بیان واضح طور پر دلالت کرتا ہے، فرماتے ہیں:

''قرآن مجید۔۔۔۔اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے۔یہ مسلمانوں کے لیے قیامت تک ضابطہ حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ایک اسلامی معاشرے میں تمام اصولوں اور معاشرتی قوانین کا ماٰخذ ومصدر اوّلیں یہ کتاب ہے۔اس اسلامی ریاست میں یہ کتاب ایک برتر قانون اور دستور العمل کی حیثیت رکھتی ہے۔قرآن مجید ایک ایسا ترازو اور پیمانہ ہے جس کی بنیاد پر حق وباطل میں تمیز کی جا سکتی ہے۔یہ وہ فرقان ہے جو ہر صحیح کو ہر سقیم سے الگ کر سکتی ہے۔یہ کتاب مسلمانوں کے لیے

اصولوں سے ہٹ کر من مانے انداز سے نہ کرنے لگے''(۲۵)۔

تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں:

''قرآن مجید کو من مانی تاویلات کا نشانہ بنایا جائے تو پھر یہ کتاب ہدایت کے بجائے گمراہی کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے۔یہی وہ چیز ہے جس کی طرف قرآن میں اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ بہت سے لوگ اس سے گمراہ بھی ہوتے ہیں اور بہت سے لوگ اس سے ہدایت بھی پاتے ہیں''(۲۶)۔

۱۳۔ محاضرات قرآنی میں یہ بتایا گیا ہے کہ ''علوم القرآن'' اور علم تفسیر بعض اعتبار سے ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اور بعض اعتبار سے یہ دونوں الگ الگ علوم ہیں۔ یہ دونوں اس اعتبار سے ایک ہی چیز ہیں کہ جن علوم و معارف کو علوم القرآن کہا جاتا ہے۔ان سب سے علم تفسیر ہی میں کام لیا جاتا ہے۔وہ گویا علم تفسیر کے اوزار اور آلات ہیں۔ یہ وہ وسائل ہیں جن سے کام لے کر قرآن مجید کی تفسیر اور تعبیر کی جاتی ہے۔لیکن اس اعتبار سے وہ تفسیر سے الگ ہیں کہ یہ تفسیر میں کام آنے والے آلات و ذرائع ہیں، خود تفسیر نہیں ہیں۔تفسیر اس عمل کا نام ہے جس کی رو سے قواعد اور اصول تفسیر کا انطباق کر کے قرآن مجید کے معانی دریافت کیے جائیں''(۲۷)۔

اس کے بعد یہ بتایا گیا ہے کہ ''یہ جو مختلف علوم وفنون یا آلات و وسائل ہیں ان میں بہت سی وہ چیزیں شامل ہیں جن کو جانے بغیر یا جن سے کام لیے بغیر تفسیر قرآن کے عمل میں پیش رفت نہیں ہوسکتی۔ مثال کے طور پر خود نزول کی تفصیلات کہ کون سی آیت کیسے نازل ہوئی، قرآن مجید میں جو قصص بیان ہوئے ہیں ان کا پس منظر کیا ہے، وہ کیوں بیان ہوئے، کوئی خاص حکم کب، کیوں اور کن حالات میں نازل ہوا، یہ سب اُمور جو اسباب نزول کہلاتے ہیں، ان کا گہرا علم بہت سے معاملات کو صحیح پس منظر میں سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔اسی طرح یہ تعین کہ کون سی آیت مکی ہے اور کونسی مدنی، یہ اور اس طرح کے بہت سے علوم و مسائل ہیں جن کو مجموعی طور پر علوم القرآن کے نام سے یاد کیا جاتا ہے(۲۸)۔

۱۴۔ محاضرات قرآنی میں تفسیر قرآن کے حوالے سے اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ ''تفسیر قرآن کا بہت بڑا حصہ وہ ہے جو امت کے اجتماعی طرز عمل کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ یہ اجتماعی طرز عمل ہر دلیل سے بڑھ کر اور ہر شک وشبہ سے ماوراء ہے۔اس کو اسی طرح قطعیت حاصل ہے جس طرح قرآن مجید کو حاصل ہے۔نمازیں پانچ ہیں۔ فجر کی دو رکعتیں، ظہر کی چار، عصر کی چار، مغرب کی تین اور عشاء کی چار۔ان چیزوں کو رسول ﷺ نے محض بیان فرمانے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ یا صرف لکھوا دینے پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ ﷺ نے کم وبیش ڈیڑھ لاکھ صحابہ کو عملی تربیت دے دی کہ وہ

''۔ ۔ ۔یاد رکھنا چاہیے کہ ترجمہ بھی تفسیر ہی کی ایک شاخ ہے اور تفسیر ہی کا ایک ذیلی اور چھوٹا سا شعبہ ہے۔ اس لیے جس طرح مفسر قرآن کے لیے بہت سی چیزیں ضروری ہیں۔ اسی طرح مترجم قرآن کے لیے بھی بہت سی چیزیں ضروری ہیں''(۳۲)۔

پھر خطبہ دوازدہم میں فرماتے ہیں:

''ایک اور چیز جو درس قرآن کے حلقوں کو منظم اور مرتب کرنے میں پیش آتی ہے اور جس پر تھوڑی سی گفتگو کی ضرورت ہے وہ قرآن مجید کا متن اور ترجمہ ہے۔ یاد رکھیے کہ عربی متن ہی دراصل قرآن ہے۔ اور جو ترجمہ ہے وہ بھی دراصل تفسیر ہی کی ایک شاخ ہے۔ یعنی ایک مترجم نے اپنی فہم کے مطابق قرآن پاک کو سمجھا اور اس کا ترجمہ کیا۔ ۔ ۔ تفسیر کے لیے جو چیزیں درکار ہیں وہی قرآن مجید کے ترجمہ کے لیے بھی درکار ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص عربی زبان نہیں جانتا تو وہ براہ راست قرآن مجید کا ترجمہ نہیں کرسکتا''(۳۳)۔

پھر فرماتے ہیں کہ

:''۔ ۔ ۔ جب تک (قرآن مجید) پڑھنے والے کی براہ راست وابستگی قرآن مجید کے ساتھ نہیں ہو گی اس وقت تک یہ کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوگی۔ یہ وابستگی متن سے ہونی چاہیے، کتاب الٰہی کے الفاظ سے ہونی چاہیے۔ کسی مترجم یا مفسر کے ترجمہ سے وابستگی ضروری نہیں۔ ترجمہ قرآن مجید کی خدمت کے لیے ہے۔ وہ قرآن کی جگہ نہیں لے سکتا۔ اصل چیز قرآن مجید کا متن ہے جو معجز ہے، منزل من اللہ ہے۔ معانی اور مطالب کا سمندر ہے''(۳۴)۔

پھر اس کے بعد فرماتے ہیں کہ:

''۔ ۔ ۔ اگر متن کو نظر انداز کر دیا جائے اور ساری توجہ ترجمہ پر مرکوز کر دی جائے تو گویا ایک طرف تو ہم نے ایک انسان کی فہم کو قرآن مجید کے قائم مقام کر دیا جو بہت بڑی جسارت بلکہ بے ادبی ہے۔ دوسری طرف ہم نے قرآن کی وسعتوں کو ترجمہ کی تنگنائیوں میں محدود کر ڈالا۔ کوئی کتنا ہی بڑا انسان ہو حتیٰ کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسا صحابی جلیل کیوں نہ ہو۔ اس سے قرآن کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے اور غلطی سے کوئی مبرا نہیں ہے''(۳۵)۔

۱۷۔ محاضرات قرآنی کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں قرآن مجید کے مفسرین کے بارے

موجود ہے اور قرآن مجید کے ماننے والے موجود ہیں وہ قرآن مجید کے نئے نئے مطالب اور معانی پر غور کرتے رہیں گے اور یوں علم تفسیر کے نئے نئے اسالیب، نئے نئے مناہج اور نئے نئے رجحانات سامنے آتے رہیں گے'' (۳۷)۔

۱۹۔ محاضرات قرآنی کی ایک عمدہ خوبی یہ ہے کہ اس میں ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے مطالعہ قرآن اور تفسیر قرآن کی مختلف النوع جہات کی نشاندہی کی ہے۔ان جہات کی روشنی میں قرآن وتفسیر کے متعلق تحقیق کرنے والے طلبہ وطالبات تحقیق کے لیے موضوعات کا انتخاب کر سکتے ہیں، فرماتے ہیں:

''. . . مطالعہ قرآن مجید کے ابھی اتنے اچھوتے میدان موجود ہیں جن میں ابھی غوطہ زنی شروع بھی نہیں کی گئی۔نہیں کہہ سکتے کہ ابھی علوم قرآن کے کتنے صدف اور ان میں کتنے گوہر پنہاں ہیں۔قرآنی حقائق ومعارف کے سمندروں میں غوطہ زنی. . . جو نہیں ہوئی ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جواب تک ہوئی ہے'' (۳۸)۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب مرحوم ومغفور کے ساتھ پیش آنے والے نومسلم موسیقار کے عجیب وغریب واقعہ (۳۹) کا حوالہ دینے کے بعد ڈاکٹر غازی فرماتے ہیں کہ:

''اس واقعہ سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی جو صوتیات ہے، یہ علم وفن کی ایک ایسی دنیا ہے جس میں کوئی محقق آج تک نہیں اترا ہے۔اور نہ ہی قرآن مجید کے اس پہلو پر اب تک کسی نے اس انداز سے غور وخوض کیا ہے۔ اس واقعہ کے سننے تک کم از کم میرا تاثر یا خیال بھی یہی تھا کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کو بہت اچھی طرح پڑھتا ہے، غنہ اخفا، اظہار وغیرہ کا خیال کرتا ہے تو یہ ایک اچھی بات ہے۔لیکن اس فن کی اتنی زیادہ اہمیت سے میں اس سے قبل واقف نہیں تھا۔اب معلوم ہوتا ہے کہ تجوید کا یہ فن بھی بے حد اہم چیز ہے (۴۰)۔

ایک اسلام دشمن شخص کا واقعہ (۴۱) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں، کہ: ''. . . ابھی قرآن مجید پر غور وخوض کے نئے نئے دروازے کھلنے ہیں اور نئے نئے رجحان پیدا ہونے ہیں'' (۴۲)۔

۲۰۔ ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے کتب تفسیر میں اسرائیلی روایات کے موجود ہونے سے اس حقیقت پر استدلال کیا ہے کہ مسلمانوں نے دوسرے مذاہب سے مواد لینے میں کسی بھی قسم کا تعصب نہیں کیا ہے، فرماتے ہیں:

''اسرائیلیات کے بارہ میں اس اخذ وقبول سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کا مزاج علمی توسع کا ہے۔ یعنی وسعت علمی اور وسعت نظری ہمیشہ مسلمانوں کا خاصہ رہی ہے۔مسلمانوں نے کبھی بھی دوسروں سے کوئی علمی چیز

آپ ﷺ نے کسی بھی غیر مسلم کو اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر کوئی حسی چیز پیش نہیں فرمائی۔صرف اپنی شخصیت اور قرآن مجید کو دلیل کے طور پر پیش کیا'' (۴۴)۔

۲۲۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے اپنے قرآنی محاضرات میں آغاز اسلام سے آج تک مسلمانوں کی کاوشوں کے نتیجہ میں معرض وجود میں آنے والے جملہ اسلامی علوم وفنون کو علوم القرآن اور تفسیر قرآن قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں:

''علوم القرآن سے مراد وہ تمام علوم و معارف ہیں جو علماء کرام اور مفسرین اور مفکرین ملت نے گذشتہ چودہ سو سال کے دوران میں قرآن مجید کے حوالہ سے مرتب فرمائے ہیں۔ایک اعتبار سے اسلامی علوم وفنون کا پورا ذخیرہ قرآن مجید کی تفسیر سے عبارت ہے۔آج سے کم وبیش ایک ہزار سال قبل مشہور مفسر قرآن اور فقیہہ قاضی ابوبکر ابن العربی نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جتنے علوم وفنون ہیں، جن کا انہوں نے اس وقت اندازہ سات سو کے قریب لگایا تھا، وہ سب کے سب بالواسطہ یا بلاواسطہ سنت رسول ﷺ کی شرح ہیں، اور سنت رسول ﷺ قرآن مجید کی شرح ہے۔ اس اعتبار سے مسلمانوں کے سارے علوم وفنون علوم القرآن کی حیثیت رکھتے ہیں'' (۴۵)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ''اسلام سے وابستگی کا بھی یہی تقاضا ہے، وحدت علوم کا منطقی نتیجہ بھی یہی ہے، ،اور وحدت فکر اور تصور وحدت کائنات کا بھی یہی ثمرہ ہے کہ سارے علوم وفنون کو قرآن مجید سے وہی نسبت ہو جو پتوں کو اپنی شاخوں سے، شاخوں کو اپنے تنے سے اور تنے کو اپنی جڑ سے ہوتی ہے'' (۴۶)۔

تھوڑا آگے چل کر فرماتے ہیں: ''۔ ۔ ۔ جب ہم علوم القرآن کی بات کرتے ہیں تو ہمارے سامنے دو دائرے ہوتے ہیں ایک نسبتاً تنگ اور چھوٹا دائرہ وہ ہے جس میں وہ علوم اور فنون شامل ہیں جن کا تعلق براہ راست قرآن مجید کی تفسیر اور فہم سے ہے۔ ۔ ۔ ۔ علوم القرآن کا ایک اور نسبتاً وسیع اور بڑا دائرہ بھی ہے، اور وہ دائرہ اتنا بڑا ہے کہ اس میں انسان کی وہ تمام فکری کاوشیں شامل ہیں جن کی سمت درست ہو اور جن کی اساس صحیح ہو۔ یہ وہ دائرہ ہے جس میں آئے دن نئے نئے علوم و معارف شامل ہو رہے ہیں، اور جن میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔اس دائرہ میں ہر وہ چیز شامل ہے جس سے مسلمانوں نے اپنی فکری اور علمی سرگرمیوں میں کام لیا ہو، اور جو قرآن مجید کے بتائے ہوئے تصورات کے مطابق ہو، اور اس کی بنیادی تعلیم سے ہم آہنگ ہو'' (۴۷)۔

اس کے بعد ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جب مسلمان اپنے تمام موجودہ معاشرتی اور انسانی علوم کو از سر نو مدون کر لیں گے تو پھر وہ اسی طرح سے قرآن فہمی میں مددگار ثابت ہوں گے جس طرح ماضی میں مسلمانوں کے معاشرتی

اختیار کی ہے۔خاص طور پر مولانا حمید الدین فراہی نے نہ صرف نظام کی اصطلاح اپنائی ہے بلکہ اس موضوع پر طویل عرصہ تک غور وفکر اور مطالعہ کے بعد انہوں نے اپنے تصور کو حتمی شکل دی۔ان کی ایک کتاب ہے ''دلائل النظام''۔اس میں انہوں نے اپنے دریافت شدہ نظام کی تفصیلات مثالیں دے کر بیان کی ہیں'' (۵۲)۔

پھر فرماتے ہیں: ''ان اصطلاحات میں تھوڑا فرق ہے۔مناسبت تو پورے نظام کا ایک حصہ ہے اور پورے system کو آپ نظام کہہ سکتی ہیں۔گویا قرآن مجید کے کلمات کی، پھر آیات کی، پھر سورتوں کی ترتیب میں جو حکمت ہے یا system کارفرما ہے اس کا مجموعی نام تو ''نظام'' ہے اور اس کے اندر جو جزوی تفصیلات ہیں وہ مناسبت کہلاتی ہیں۔ان دونوں (اصطلاحات) میں یہ لطیف فرق ہے۔گویا نظام ایک عام اصطلاح ہے اور مناسبت اس کے ایک حصہ کا نام ہے'' (۵۳)۔

۲۵۔ محاضرات قرآنی کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے زیر گفتگو موضوع کے بعض پہلوؤں کو سمجھانے کے لیے روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے امور سے توضیح کی ہے جیسے مکی سورتوں کے ایجاز کو سمجھانے کے لیے ٹیلی گراف کی مثال پیش کی ہے۔فرماتے ہیں:

''چوتھی چیز جو بڑی اہم ہے اور خاص طور پر مکی سورتوں میں پائی جاتی ہے، وہ قرآن مجید کا غیر معمولی ایجاز ہے۔اگر چہ مدنی سورتوں میں بھی ایجاز کے نمونے کثرت سے ملتے ہیں،لیکن مکی سورتوں کے ایجاز کی شان ہی اور ہے۔اور بعض جگہ ایجاز اتنا ہے کہ ایک ایک لفظ بلکہ ایک ایک حرف میں معانی کا سمند پنہاں ہے۔قرآن پاک کی مکی سورتوں کے ایجاز کو ٹیلی گراف یا تار برقی کی زبان سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ٹیلی گراف زبان میں الفاظ بہت مختصر ہوتے ہیں، لیکن معانی وسیع ہوتے ہیں۔بظاہر بہت ہی مختصر الفاظ میں ایک وسیع پیغام منتقل ہو جاتا ہے۔مخاطب اور پڑھنے والا اس پیغام کے مفہوم،حقیقت اور پس منظر کو پورے طور پر سمجھ جاتا ہے کہ ان الفاظ سے کیا مراد ہے۔اور ان میں کیا کہا گیا ہے؟

یہ تشبیہ ٹیلی گراف کی میں نے جان بوجھ کر اختیار کی ہے۔اس لیے کہ جب آپ کسی کو یہ ٹیلی گرام دیں کہ send money یعنی رقم بھیج دو، تو بظاہر تو یہ صرف دو لفظ ہیں۔لیکن ان دو لفظوں کا ایک تفصیلی پس منظر ہے۔یہ بات صرف ٹیلی گرام کے مخاطب کو معلوم ہے کہ یہ پس منظر کیا ہے۔اسی کو معلوم ہے کہ کیوں، اور کس مقصد کے لیے، اور کس کو اور کہاں، کب اور کتنی رقم بھیج دی جائے۔یہ سب اس سیاق وسباق کی وجہ سے مخاطب کو پہلے سے معلوم ہے۔اب صرف مختصر پیغام دیا گیا کہ رقم بھیج دو۔لیکن اگر وہ ٹیلی گرام لاکر مجھے یا کسی اور غیر مخاطب کو دے دیا جائے اور اصل مخاطب کو نظر

۵۔ قرآن مجید کا اسلوب انتہائی ایجاز اور جامعیت کا ہے، اس کا انداز بلاتشبیہ ٹیلی گرافک زبان کا سا ہے۔

۲۷۔ محاضرات قرآنی میں قرآن مجید کے اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب مرحوم نے درج ذیل دو باتوں کو اہمیت کا حامل قرار دیا ہے:

''ایک تو قرآن مجید کا اپنا ایک الگ اسلوب ہے جو زبان و بیان کی بقیہ سب چیزوں سے منفرد ہے یہ نہ شعر ہے، نہ کہانت ہے اور نہ خطابت ہے۔ دوسری چیز قرآن مجید میں یہ پیش نظر رکھی گئی کہ اس کی زبان اور انداز بیان کو اس کے مخاطبین اولین کے فہم سے قریب تر کر کے پیش کیا گیا ہے۔ جہاں عرب کے اسلوب کو قرآن مجید نے اپنایا وہیں اہل عرب کی اچھی عادات کو بھی تسلیم کیا۔ جہاں جہاں ان میں کمزوریاں اور خامیاں تھیں وہاں ان کمزوریوں اور خامیوں کی بھی نشاندہی کی گئی'' (۵۶)۔

اس کے بعد محترم ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں کہ: ''جیسے جیسے قرآن مجید مختلف اقوام میں جاتا جائے گا ان اقوام کی خرابیاں اور خوبیاں اسی طرح سے وحی الٰہی کی روشنی میں دیکھی اور جانچی جائیں گی جیسے قرآن مجید میں عربوں کی خوبیوں اور خرابیوں کو دیکھا گیا۔ اسی لیے قرآن مجید میں اہل عرب کی عادات کا ذکر کیا گیا ہے۔ گویا عربوں کو کیس اسٹڈی کے طور پر لے کر قرآن پاک کے اصول وقواعد کو منطبق کر کے دکھایا گیا اور بتایا گیا کہ آئندہ آنے والی اقوام کی خوبیوں اور کمزوریوں کو اسی طرح دیکھا جائے جیسے قرآن نے عربوں کی خوبیوں اور خامیوں کو دیکھ کر کھرا اور کھوٹا الگ الگ کر دیا ہے (۵۷)۔

۲۸۔ محاضرات قرآنی میں قرآن مجید کے مختلف النوع اسالیب (۵۸) کے حوالے سے ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''..........ان اسالیب میں کم وبیش ہر ایک کا نمونہ کلام عرب میں ملتا ہے۔ گویا کلام عرب میں حسن وخوبی اور فصاحت و بلاغت کے جو اسالیب اپنائے جاتے تھے، وہ سب کے سب بدرجہ اتم قرآن پاک میں موجود ہیں'' (۵۹)۔

۲۹۔ محاضرات قرآنی میں ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کے موضوع اور اس کے اہم مضامین کو بہت عمدہ اور سہل انداز میں مثالوں کے ذریعہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ ذیل میں دلیلاً چند ایک اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں:

ا۔ ''تھوڑا سا غور کرنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ کتاب (یعنی قرآن مجید) کا بنیادی موضوع یہ ہے کہ اس زندگی میں انسان کی اصلاح اور اخروی زندگی میں انسان کی فلاح کو کیسے یقینی بنایا جائے۔ پورے قرآن میں اسی بنیادی مضمون سے بحث ہوئی ہے۔ وہ تمام امور جو بالواسطہ یا بلاواسطہ اس زندگی میں انسان کی دائمی اور

قرآن مجید کے مضامین کو ایک خاص انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے'' (۶۴)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: ''ہم اپنی سمجھ کے مطابق اگر جائزہ لیں تو شاہ صاحب کے بیان کردہ علوم خمسہ کی طرح ہمیں بھی قرآن پاک میں پانچ بنیادی مضامین نظر آتے ہیں، ان پانچوں میں سے ہر مضمون قرآن مجید کے ہر صفحہ پر بالواسطہ یا بلاواسطہ موجود ہے، جس کا ہر قاری خود مشاہدہ کر سکتا ہے'' (۶۵)۔

ڈاکٹر غازی صاحب کے بیان کردہ پانچ قرآنی مضامین یہ ہیں:

۱۔ عقائد ۲۔ احکام ۳۔ تزکیہ

۴۔ امم سابقہ کا ذکر ۵۔ موت اور مابعد الموت کا تذکرہ (۶۶)۔

ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ ان پانچ مضامین کے متعلقات کو سہل اور علمی انداز میں بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''یہ ہیں قرآن مجید کے وہ بنیادی مضامین جو اس کے اصل موضوع سے براہ راست متعلق ہیں۔ یعنی انسان کی اس موجودہ زندگی میں اصلاح اور اس کی آئندہ زندگی میں فلاح کو کیسے حاصل کیا جائے اور اللہ تعالیٰ کا جانشین کیوں کر بن کر دکھایا جائے'' (۶۷)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''ان کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور موضوعات قرآن پاک میں آئے ہیں۔ بعض جگہ طبی نوعیت کے مسائل ہیں۔ بعض جگہ ماحولیات کا تذکرہ ہے۔ یہ سارے مسائل بھی انہی پانچ مضامین کو ذہن نشین کرانے کے لیے ہیں۔ اور بالآخر ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ قرآن مجید کا اصل موضوع انسان کے سامنے تازہ اور بیدار رہے (۶۸)۔

ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ کے اس بیان سے جو حقیقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں مذکورہ بالا مضامین کے علاوہ بھی بہت سے مسائل اور موضوعات موجود ہیں۔ ان سے مطالعہ قرآن کی نئی نئی جہات کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ خواہ وہ جہات قرآنی تعلیمات سے متعلقہ ہوں یا دیگر نوعیت کے مسائل سے متعلقہ ہوں۔

۳۰۔ ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ کی کتاب ''محاضرات قرآن'' کے خصائص میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس میں انہوں نے قرآن مجید کی تدریس وتعلیم کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور اسے ہر دور کے لیے ضروری قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

''ایک اعتبار سے تدریس قرآن مجید کی ضروریات اور تقاضے ہر دور میں یکساں رہے ہیں۔

اس خاص مسلک کے لوگ ہوتے ہیں جو اس عالم کا اپنا فقہی یا کلامی مسلک ہوتا ہے۔ دوسرے مسلک کا کوئی آدمی حاضرین وسامعین میں موجود نہیں ہوتا۔ ترجمہ قرآن بھی اپنے مسلک ہی کے عالم کا مخصوص ہوتا ہے۔ یوں تو کسی ترجمہ یا تفسیر کو مخصوص کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ ایک اعتبار سے بہتر اور مناسب یہی ہے جس سے آپ کا ذوق ملے اسی عالم کے ترجمہ اور تفسیر کو آپ پڑھ لیں۔ لیکن اگر اس سے آگے بڑھ کر یہ کہا جائے کہ فلاں ترجمہ اور تفسیر ہی کو پڑھا جائے، اس کے علاوہ کسی اور ترجمہ یا تفسیر کو نہ پڑھا جائے تو یہ بات غلط ہوگی۔ کسی کو اس بات کا حق نہیں پہنچتا کہ لوگوں کو زبردستی اپنے ذوق پر جمع کرے''(۷۲)۔

۳۲۔ ڈاکٹر غازی رحمہ اللہ نے قرآن مجید کا درس دینے والوں کے لیے یہ بات ضروری قرار دی ہے کہ وہ پہلے قرآن مجید کے الفاظ پڑھیں پھر ان کا ترجمہ بیان کریں، صرف ترجمہ پڑھنے اور اسے بنیاد بنا کر درس قرآن دینے پر اکتفا کر لینا مناسب نہیں ہے، فرماتے ہیں:

''درس قرآن میں بنیادی چیز قرآن مجید کے الفاظ اور ان کی تلاوت ہے۔ یہ بات میں نے اس لیے عرض کی کہ کبھی درس قرآن میں متن کی تلاوت کرنے کے بجائے صرف ترجمہ پڑھنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ میں نے ایک مشہور دینی شخصیت کو دیکھا کہ وہ صرف ترجمہ کی مدد سے درس قرآن دے رہے تھے۔ مجھے یہ بات بڑی عجیب لگی اور انتہائی ناگوار محسوس ہوئی کہ اصل درس تو قرآن مجید کا دینا مقصود ہے۔ لیکن اکتفاء ترجمہ پر کیا جارہا ہے۔ کم از کم پہلے قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت کی جائے۔ لوگوں کو اس کے الفاظ سے مانوس کروایا جائے۔ اور یہ کوشش کی جائے کہ لوگ جس حد تک سمجھ سکیں اس کو سمجھیں اور یہ بھی کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے(۷۳)۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: ''اگر آپ کے مخاطبین اردو زبان اچھی طرح جانتے اور سمجھتے ہیں تو ان کے لیے بغیر عربی زبان سیکھے بھی قرآن مجید کے عمومی مفہوم کو کم از کم ۵۰ فی صد سمجھ لینا آسان ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے جتنے بھی الفاظ آئے ہیں ان میں جو مادے استعمال ہوئے ہیں وہ سارے کے سارے ۱۵۰۰ کے قریب ہیں۔ ان میں ۱۴۰۰ سے زائد مادے وہ ہیں جو کسی نہ کسی شکل میں اردو میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ۱۴۰۰ مادے اگر پڑھنے والے کے ذہن میں رہیں تو قرآن مجید کا عمومی مفہوم اس کی سمجھ میں آسکتا ہے۔ اور بار بار ترجمہ پڑھنے اور بار بار درس سننے سے خود بخود ایک ذوق اور فہم پیدا ہو جاتا ہے''(۷۴)۔

قبلہ ڈاکٹر صاحب نے زیر گفتگو مسئلہ کی توضیح کے لیے سورۃ الفاتحہ میں استعمال ہونے والے پندرہ عدد الفاظ

ضرور اندازہ ہوا کہ جدید وسائل سے کام لے کر قرآن مجید کو بہت اچھی طرح سیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے''(۷۷)۔

نتائج

پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ کے ''محاضرات قرآنی'' کے تعارف اور خصائص بیان کرنے کے بعد جو ممکنہ نتائج سامنے آئے ہیں ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ علوم القرآن نے عہد رسالت سے عصر حاضر تک ایک خاص تسلسل کے ساتھ اپنے تدریجی و ارتقائی مراحل طے کیے ہیں اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا کیونکہ قرآن مجید ام العلوم ہے جب تک یہ کتاب باقی رہے گی اس وقت تک اس کے اندر سے اصحاب فہم فراست اور عقل و دانش اپنے غور و فکر اور تدبر و تفکر کے ہتھیار سے اس کے اندر سے علوم نکالتے رہیں گے (ان شاء اللہ)۔

۲۔ محاضرات قرآنی اصل میں ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ کی ہمشیرہ محترمہ عذرا فاروقی رحمہا اللہ کے احساس کا نتیجہ ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر غازی صاحب کے دس عدد محاضرات قرآنی کا اسلوب تقریری، داعیانہ اور خطیبانہ ہے نہ کہ عالمانہ اور محققانہ۔

۴۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمہ اللہ نے اپنے محاضرات کا آغاز تصور جہاد سے کیا ہے جسے مٹانے کے لیے اغیار ہی نہیں بلکہ اپنے کلمہ گو حضرات بھی کوشاں ہیں۔

۵۔ عصر حاضر میں قرآن مجید کی تدریس و تعلیم کے مروجہ طریقوں کا بغور جائزہ لیا جائے تا کہ ان میں بہتری پیدا ہو سکے۔

۶۔ اگر کوئی غیر مسلم قرآن مجید بغور پڑھے گا تو اسے پتہ چل جائے گا کہ جتنا قرآن مجید مسلمانوں کے لیے ضروری ہے اسی طرح کافر کے لیے بھی ضروری ہے۔

۷۔ تقدیس کے ساتھ تحقیق ممکن نہیں۔ انسان صرف اسی چیز پر تحقیق کرسکتا ہے جسے وہ مسخر کر سکے۔

۸۔ انسانیت پر قرآن مجید کے لاتعداد احسانات ہیں اور یہ مسلمانوں کی زندگی کی اساس ہے۔

۹۔ قرآن مجید کے تعلیمی و تدریسی عمل میں طلبہ اور عام مخاطبین کی ذہنی استعداد کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

نزدیک قرآن مجید کے علوم پنجگانہ یہ ہیں: عقائد، احکام، تزکیہ، امم سابقہ کا ذکر، اور موت و مابعد الموت کا تذکرہ۔

۲۳۔ قرآن مجید کی تدریس و تعلیم ہر دور کے انسانوں کے لیے ضروری ہے۔

۲۴۔ قرآن مجید کی تدریس و تعلیم کا کام کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس کے الفاظ پڑھے اور پڑھائے۔ صرف ترجمہ قرآن پر اکتفا نہ کرے۔

۲۵۔ مخاطبین کی فہم و فراست کی سطح کے مطابق دین کی تعلیم دینا سنت رسول ﷺ ہے۔

۲۶۔ عصر حاضر کے مسلمانوں کو قرآن مجید سے ٹوٹے ہوئے رشتہ کو ہر لحاظ سے دوبارہ بحال کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ اقوام عالم پر غلبہ حاصل کیا جا سکے۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) سورۃ العلق (۹۶):۱۔

(۲) سورۃ الجمعۃ (۶۲):۲۔

(۳) الفہرست، ابن ندیم، ابوالفراج محمد بن اسحاق (م ۳۸۵ھ)، ص ۵۵۔

(۴) دیکھیے: دیباچہ الاتقان فی علوم القرآن بنام ''علوم القرآن'' از محمد عبدالحلیم چشتی، مترجم: محمد عبدالحلیم انصاری، ج ۱، ص ۵۸، قدیمی کتب خانہ، کراچی، س ن۔

(۵) تفصیل کے لیے دیکھیے: سابق حوالہ، ص ۵۸، علم تفسیر اور مفسرین از ڈاکٹر رشید احمد جالندھری، ص ۱۶، ۱۸، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور۔

(۶) مناہل العرفان، از زرقانی، ج ۱، ص ۲۸۔

(۷) تفصیل کے لیے دیکھیے: الاتقان فی علوم القرآن، سابق حوالہ ج ۱، ص ۵۹، تاریخ تفسیر از شیخ قاسم القیسی ص ۵۳، میزان الاعتدال فی نقد الرجال از حافظ شمس الدین الذہبی، ج ۲، ص ۵۹، ۶۰، تاریخ تفسیر از عبدالصمد صارم، ص ۵۴۔

(۸) ایضاً، بحوالہ دمیری، حیاۃ الحوان، ج ۱، ص ۲۳۰۔

(۹) طبقات المفسرین از الداودی، ج ۱، ص ۱۴۱، تحقیق علی محمد عمر، مصر، ۱۹۷۶ھ۔

(۱۰) مباحث فی علوم القرآن، صبحی صالح، ص ۱۱۲، بیروت ۱۹۶۸ء۔

(۱۱) دیکھیے: کتاب المنتظم، ابن الجوزی، ج ۶، ص ۳۸۸، حیدرآباد دکن، ۱۳۵۷ھ۔

(۳۵) ایضاً۔

(۳۶) ایضاً۔

(۳۷) ایضاً۔

(۳۸) ایضاً۔

(۳۹) ایضاً،ص۸۲۔

(۴۰) ایضاً،ص۱۵۵۔

(۴۱) ایضاً،ص۱۶۰۔

(۴۲) ایضاً ص۱۵۵۔

(۴۳) ایضاً ص۱۵۵،۱۵۶۔

(۴۴) ایضاً ص۱۵۶۔

(۴۵) ایضاً،ص۱۶۱۔

(۴۶) ایضاً،ص۱۶۱،۱۶۲۔

(۴۷) ایضاً،۱۷۴۔

(۴۸) ایضاً،ص۱۸۸۔

(۴۹) ایضاً،ص۱۸۸۔

(۵۰) ایضاً،ص۱۸۹۔

(۵۱) ایضاً،ص۳۹۳۔

(۵۲) ایضاً،ص۳۹۳،۳۹۴۔

(۵۳) ایضاً،ص۳۹۴۔

(۵۴) ایضاً،ص۱۹۳،۱۹۴۔

(۵۵) ایضاً،ص۲۲۶،۲۲۷۔

(۵۶) ایضاً۲۲۷۔

(۵۷) واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے: محاضرات قرآنی،ص۲۲۹،۲۳۰۔

(۵۸) ایضاً،ص۲۳۰۔

(۵۹) واقعہ کے لیے دیکھئے: کتاب مذکور،ص۲۳۰،۲۳۱۔

(۶۰) ایضاً،ص۲۳۱۔

(۶۱) ایضاً،ص۲۳۴۔

(۸۷) مزید تفصیل کے لیے دیکھئے: سابق حوالہ، ص ۳۷۷، ۳۷۸۔

(۸۸) ایضاً، ص ۳۷۸۔

(۸۹) ایضاً، ص ۳۷۹۔

(۹۰) ایضاً، ص ۳۹۱۔

(۹۱) ایضاً، ص ۳۹۵۔

(۹۲) ایضاً۔

(۹۳) ایضاً۔

(۹۴) ایضاً، ص ۴۰۳۔

(۹۵) ایضاً، ص ۴۰۳۔